POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 24-25 February 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

ہفت روزہ
ہماری زبان
HAMARI ZABAN
(Weekly)
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 23-02-2024 • Price: 5/- • 1-7 March 2024 • Issue: 9 • Vol: 83
یکم تا ۷ مارچ ۲۰۲۴ء • شمارہ ۹ • جلد ۸۳

صحتِ زبان (۱۲)

رؤف پاریکھ

☆ برخواست نہیں برخاست

برخاست کو بعض لوگ برخواست لکھتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے۔ فارسی میں ایک مصدر ہے برخاستن اور اس کے معنی ہیں اٹھنا، کھڑا ہونا۔ اسی سے برخاست ہے۔ رشید حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ فارسی میں ایک اور مصدر ہے خواستن یعنی چاہنا اور شاید اسی سے مغالطہ ہوتا ہے اور لوگ برخاست کا مصدر برخاستن کی بجائے برخواستن قیاس کرکے برخواست لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اس میں واو بالکل نہیں ہے یعنی درست املا برخاست ہے۔ جیسے: محفل برخاست ہوگئی یعنی محفل میں شریک لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور محفل ختم ہوگئی۔ اسی طرح: انھیں برخاست کر دیا گیا یعنی جس عہدے پر کام کرتے تھے وہاں سے اٹھا دیا گیا، گویا ملازمت سے نکال دیا گیا۔ برخاست یا برخاستہ کا لفظ بطور صفت بھی آتا ہے جس کا ایک مطلب ہے بلند، اٹھا ہوا اور دوسرے معنی ہیں برطرف یا موقوف۔ اسی سے برخاستگی ہے جو برخاست کا اسم کیفیت ہے، مثلاً: چند نئے ملازمین کی برخاستگی کے بعد پرانے ملازمین کو بھی برخاست کر دیا گیا۔ جس خط میں ملازمت سے برطرف کیے جانے کی اطلاع ہو اسے برخاست نامہ کہتے ہیں۔

☆ خاصا یا خاصہ؟

یہ دو الگ لفظ ہیں لیکن ان کے املا میں احتیاط نہیں کی جاتی جس سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ خاصا (آخر میں الف) کے مختلف معنی ہیں، مثلاً: مناسب مقدار میں، ضرورت کے مطابق یا کافی، بہت، مثلاً: مزید کاغذ نہ خریدیے، ابھی تو خاصا رکھا ہوا ہے۔ دوسرے معنی ہیں بڑی حد تک، قابلِ لحاظ حد تک، مثلاً: موسم خاصا گرم ہو چلا ہے۔ تیسرے معنی ہیں ایک قسم کا سوتی کپڑا۔ چوتھے معنی ہیں بادشاہوں یا امیروں کا کھانا، مثلاً: بادشاہ نے خاصا تناول کیا۔

لیکن خاصہ الگ لفظ ہے۔ اس کے بیچ میں صاد (ص) پر تشدید ہے اور آخر میں ہائے مختفی ہے۔ اس کے معنی ہیں خاصیت، خصوصیت، خصلت، عادت، کوئی خاص وصف۔ مثلاً: تنقید کرتے ہوئے حدِ اعتدال سے گزر جانا بعض کالم نگاروں کا خاصہ ہے۔ دونوں الفاظ کے معنی میں فرق ہے لہٰذا ان کو استعمال کرتے ہوئے ان کے املا میں فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

☆ دونوں فریقین یعنی؟

ایک ٹی وی چینل پر ایک خاتون نے کسی معاملے پر مذاکرات کرنے والے دو مختلف گروہوں کے بارے میں خبر دی کہ 'دونوں فریقین' مسئلے کے ایک حل پر متفق ہو گئے ہیں۔ لیکن یہاں 'دونوں' کا لفظ قطعی غیر ضروری ہے اور صرف فریقین کہنا کافی ہے کیونکہ فریقین کا مفہوم ہی 'دو فریق' ہے۔ فریقین کے لفظ میں 'دو' کا مفہوم موجود ہے۔

دراصل عربی میں جمع بنانے کا ایک طریقہ تثنیہ بھی ہے یعنی ایسی جمع جو دو چیزوں کو ظاہر کرے۔ شیخ محمد جالندھری واحد اور جمع کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "عربی میں دو کے لیے علیحدہ لفظ ہوتا ہے جسے تثنیہ کہتے ہیں۔ فارسی اور اردو میں تثنیہ نہیں ہے البتہ فریقین اور جانبین اور طرفین اور والدین جو عربی الفاظ ہیں اردو میں مستعمل ہیں۔" تثنیہ جو اسم دو کے عدد کو ظاہر کرے اسے مثنیٰ (مُث۔ نیٰ) کہتے ہیں۔ مثنیٰ کے ایک معنی ہیں (دو حرف) جس پر دو نقطے ہوں، جیسے 'ت'۔ مثنیٰ کے اور معنی بھی ہیں مثلاً دوہرا، نقل یا ڈپلیکیٹ (duplicate)۔ جب دو چیزوں یا دو افراد کا ذکر کرنا ہو یعنی کسی لفظ کی جمع اس طرح بنائی ہو کہ صرف دو (۲) کی تعداد ظاہر ہو تو اس کے لیے مثنیٰ لایا جاتا ہے اور اس میں بھی لفظ کی قواعدی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے جمع بنتی ہے۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ (عربی کے لحاظ سے لفظ اگر نصبی یا جری حالت میں ہے تو) لفظ کے آگے 'ین' کا اضافہ کر دیتے ہیں اور 'ی' سے قبل والے حرف پر زبر لگ جاتا ہے اور اس طرح تلفظ میں یائے لین بولا جاتا ہے (اسے ما قبل مفتوح کہتے ہیں)۔ مثلاً فریق سے فریقین (یعنی دو فریق)، اسی طرح جانب سے جانبین، طرف سے طرفین، حرم سے حرمین (دو حرم، یعنی کہ حرم اور مدنی حرم)، نعل سے نعلین (دو جوتیاں)، واو سے واوین (دو 'واو'، یعنی جسے انگریزی میں انورٹڈ کاماز (inversed commas) کہا جاتا ہے اس کا نام اردو میں واوین ہے) اور اسی طرح قوسین یعنی دو قوسیں یا دو کمانیں اور یہ انگریزی کے لفظ بریکٹ (bracket) کا اردو ترجمہ ہے کیوں کہ بریکٹ میں ایک قوس دائیں طرف اور دوسری قوس بائیں طرف بنتی ہے۔

بعض اوقات دو الفاظ کو ایک فرض کر کے تثنیہ میں لایا جاتا ہے لیکن تثنیہ ایک کا کیا جاتا اور اس سے دونوں مراد ہوتے ہیں، مثلاً والدین تثنیہ ہے والد کا مگر اس سے ماں اور باپ دونوں مراد لیتے ہیں یا قمرین تثنیہ ہے قمر کا مگر اس سے چاند اور سورج دونوں مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح کعبتین ہے جس سے مراد دو کعبے بھی ہیں یعنی قبلۂ اول بیت المقدس اور مکہ معظمہ نیز کعبتین ان دو پانسوں کو بھی کہا جاتا ہے جن سے لُڈو، چوسر یا جوا کھیلتے ہیں۔ پانسہ ایک چھوٹا سا مکعب (cube) ہوتا ہے جس کے چھے (۶) پہلو ہوتے ہیں اور ان پر ایک سے چھے (۶) تک نقطوں کی صورت میں نشان بنے ہوتے ہیں۔

دو پانسوں کے مفہوم میں کعبتین کی سند کے طور پر ذوق کا شعر حاضر ہے:

جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
دو کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

یہ کچھ اور ذکر نکل آیا۔ مقصود یہ کہنا ہے کہ لفظ 'فریقین' کے ساتھ دو یا دونوں کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس میں دو کا مفہوم موجود ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ مثلاً دونوں فریق اس حل پر متفق ہو گئے۔ یا اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ فریقین اس حل پر متفق ہو گئے۔ اسم مثنیٰ دو ہی کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ دو لکھنا یا بولنا غیر ضروری ہے۔ مثال کے طور پر 'حرمین' بولا جاتا ہے اور 'دونوں حرمین' کوئی نہیں بولتا لیکن نہ جانے کیوں 'فریقین' کا لفظ آتے ہی 'دو' کا غیر ضروری اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

☆ رقص و سرور نہیں، رقص و سرود

آج کل 'رقص و سرور' (آخر میں رے) کی ترکیب استعمال ہو رہی ہے اور کسی نے بتایا کہ بعض آن لائن لغت بتاتی ہیں اس میں بھی بڑے طمطراق سے رقص و سرور لکھا گیا۔ حالاں کہ صحیح ترکیب رقص و سرود (آخر میں دال) ہے۔

سرود (س۔ رود) فارسی زبان کا لفظ ہے، اس میں سین پر

ضمہ یعنی پیش ہے اور واو معروف ہے۔ نیز واو مجہول سے بھی اس کا تلفظ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آخری حرف اس کا 'رے' (ر) نہیں 'دال' (د) ہے۔ سرود کے معنی ہیں: گیت، نغمہ، گانا۔ دوسرے معنی ہیں مضراب سے بجایا جانے والا ایک ساز، بربط۔

غالب نے کہا:

شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے کہ آہ
شیونِ دل یک سرودِ خانۂ ہمسایہ ہے

بانگِ درا میں ایک نظم ایک آرزو کے عنوان سے ہے جس کا ایک شعر ہے:

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

تو رقص و سرود کا مطلب ہے ناچ اور گانا۔

جب کہ سُرور (س، ر، و، ر) عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: خوشی، فرحت۔ ہلکے سے نشے کو بھی سرور کہتے ہیں۔ سرور میں سین پر پیش ہے اور واو معروف۔ اس کا آخری حرف 'رے' ہے۔ سرور کی سند میں غالب کا شعر دیکھیے:

ساقی بہار موسمِ گل ہے سرور بخش
پیماں سے ہم گزر گئے پیمانہ چاہیے

اقبال کے ہاں بھی سرور کا لفظ متعدد بار آیا ہے، مثلاً:

صحبتِ اہلِ صفا، نور و حضور و سرور
سرخوش و پرسوز ہے لالۂ لب آبجو

چلتے چلتے یہ بھی بتا دیا جائے کہ نشے کے مفہوم میں سرور کے ساتھ ایک اور لفظ خمار (خ پر پیش) بھی استعمال ہوتا ہے لیکن سرور اور خمار میں فرق ہے۔ سرور اس نشے کو کہتے ہیں جو چڑھ رہا ہو یا چڑھا ہوا ہو۔ جب کہ اترتے نشے یا نشہ اترنے کی کیفیت کو خمار کہتے ہیں۔ نیند کے اثر یا نیند غالب ہونے کی کیفیت کو بھی خمار کہتے ہیں۔

یعنی درست ترکیب ہے رقص و سرود (آخر میں دال کے ساتھ) نہ کہ رقص و سرور (آخر میں رے کے ساتھ)۔

☆ کان کُن نہیں، کان کَن

حال ہی میں ایک ٹی وی چینل پر خبریں پڑھتے ہوئے ایک خاتون نے اطلاع دی کہ فلاں ملک میں ایک کان کے دھنسنے کے سبب وہاں کام کرنے والے اتنے کان کن زیرِ زمین پھنس کر رہ گئے ہیں۔ افسوس کہ انھوں نے کان کن میں کن (کاف پر زبر) کا تلفظ کن کے بجائے کن (کاف پر پیش) کیا۔

شاید انھیں یہ خیال رہا ہو کہ جس طرح کارکن میں کاف پر پیش ہے اسی طرح کان کن میں بھی کاف پر پیش ہوگا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ دراصل کارکن میں کُن (کاف پر پیش) تو فارسی کے مصدر کردن (یعنی کرنا) سے ہے اور اس کا مفہوم ہے جو کرے، کرنے والا۔ گویا کارکن کا لفظی مفہوم ہے: جو کام کرے، کام کرنے والا یا والی۔ لیکن کان کن میں کَن (کاف پر زبر) فارسی کے مصدر کندن (یعنی کھودنا) سے ہے اور کَن کا مفہوم ہے جو کھودے، کھودنے والا یا والی۔ کان کن کا لفظی مفہوم ہے کان کھودنے والا۔ کان کن کو اکثر ملا کر یعنی کانکن بھی لکھا جاتا ہے۔ فارسی کی ایک ایسی کہاوت بھی اردو میں استعمال ہوتی ہے جس میں لفظ کندن آتا ہے اور وہ ہے: کوہ کندن و کاہ برآوردن، یعنی پہاڑ کھودنا اور تنکا نکالنا۔ یعنی ایسا کام کرنا جس میں محنت سخت ہو لیکن فائدہ تھوڑا ہو۔ اسے اردو میں کہتے ہیں کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔

کن اور کُن دونوں دخیل لاحقے ہیں اور ان دونوں لاحقوں سے کئی مرکبات بنتے ہیں جو اردو میں بھی رائج ہیں۔ مثلاً کُن (کاف پر پیش) کے ساتھ (یعنی کرنے والا) کے لاحقے سے بننے والے جو مرکبات اردو میں مستعمل ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: فیصلہ کن (جو فیصلہ کرے، جس کی بنا پر کوئی بات طے ہو جائے)، حیران کن (جو حیران کرے، مراد: بہت عجیب)، خوش کن (خوش کرنے والا)، دل خوش کن (دل خوش کرنے والا یا والی۔ یہ اکثر واقعے یا اطلاع کے لیے آتا ہے)، کارکن، پریشان کن وغیرہ۔ کناں کا لاحقہ بھی فارسی کے کردن (یعنی کرنا) سے ہے اور کناں کا مطلب ہے "کرتا ہوا، جو کر رہا ہو"۔ یہ لاحقہ ماتم کناں، فریاد کناں، جلوہ کناں، نالہ کناں، سیر کناں، جنگ کناں، رقص کناں اور وجد کناں جیسے مرکبات میں جلوہ گر ہے۔

جب کہ کَن (کاف پر زبر کے ساتھ، یعنی کھودنے والا) کے لاحقے سے بننے والی درج ذیل تراکیب اردو میں ملتی ہیں: کوہ کن (یعنی پہاڑ کھودنے والا، مرادی معنی بھی ہیں اور اردو میں: فرہاد جس نے کوہ یعنی پہاڑ میں دودھ کی نہر کھودی تھی، کوہ کن کو ملا کر یعنی کوہکن بھی لکھا جاتا ہے)، گورکن (گور یعنی قبر کھودنے والا)، نہر کن (یعنی نہر کھودنے والا)۔ اردو میں بیخ کن کی ترکیب بھی استعمال ہوتی ہے۔ بیخ کے معنی ہیں جڑ، اصل، بنیاد۔ گویا بیخ کن کا مطلب ہے جڑ کھودنے والا، برباد کرنے والا۔ اسی سے بیخ کنی (کاف پر زبر کے ساتھ) کی ترکیب بنی یعنی جڑ یا بنیاد کھودنے کا عمل، مراد ہے کسی چیز کو جڑ سے مٹانا، مثلاً: جرائم کی بیخ کنی ضروری ہے۔ جاں کنی اور نہر کنی میں بھی یہی کَن ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ فارسی کے علاوہ عربی میں بھی ایک لفظ کُن ہے اور اردو میں دونوں مستعمل ہیں۔ کارکن وغیرہ میں 'کن' فارسی کا کُن ہے اور فارسی میں یہ بطور امر (یعنی 'کرو' کے مفہوم میں) بھی آتا ہے۔ گو عربی میں بھی 'کن' امر کا صیغہ ہے لیکن عربی میں اس کا مفہوم ہے: ہو جا، ہو تو ہو جا۔ اسی لیے 'کن فکان' (جسے اردو میں کن فکاں یعنی نون غنہ کے ساتھ بھی لکھتے ہیں) کی عربی ترکیب کا مطلب ہے "ہو جا، پس وہ ہو گیا"۔

ضربِ کلیم کی نظم تقدیر (ابلیس و یزداں) میں کن فکاں کی سند دیکھیے:

اے خدائے کن فکاں! مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ! وہ زندانیِ نزدیک و دور و دیر و زود

فیکون کا مطلب ہے: پس وہ ہوتا ہے[۱۹] (یا ہو جاتا ہے یا ہو گیا)۔[۲۰] کن فیکون کا لفظی مطلب ہے: ہو جا پس وہ ہو گیا۔

کن فیکون کی سند میں بالِ جبریل میں ایک شعر ہے:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

دراصل تخلیقِ کائنات کے وقت ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا 'کن' (ہو جا) تو وہ وجود میں آ گئی۔ اسی لیے اردو میں کن فکاں یا کن فیکون مراد ہیں یا مجازاً اللہ کی قوتِ تخلیق کے مفہوم میں بھی آتا ہے اور ابتدائے آفرینش کے لیے بھی۔[۲۱] یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ کارکن میں تو 'کُن' (یعنی کاف پر پیش) ہے لیکن کان کن یا کانکن میں 'کَن' (یعنی کاف پر زبر) ہے۔

حواشی:

۱۔ A Comprehensive Persian-English Dictionary (مرتبہ ایف اسٹین گاس F. Steingass)، لاہور: سنگ میل، ۲۰۰۰ء، (عکسی طباعت، اشاعت اول ۱۸۹۲ء)۔

۲۔ اردو املا (دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء)، ص ۲۸۷ (دوسرا ایڈیشن)۔

۳۔ اسٹین گاس، محولہ بالا۔

۴۔ ماخوذ از اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد ہشتم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۷ء)؛ نیز علمی اردو لغت (مرتبہ وارث سرہندی)، (لاہور: علمی کتب خانہ، ۲۰۰۵ء)۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ مصباح القواعد، حصہ اول (رام پور: اشاعت خانہ رام پور، ۱۹۲۵ء)، ص ۱۵۱۔

۷۔ اسٹین گاس، محولہ بالا۔

۸۔ عبدالستار صدیقی کے مطابق: "عربی میں امر کی تین حالتیں ہیں: فاعل سے رفع کہتے ہیں، مفعول نصب کہتے ہیں اور حرفی سے جر کہتے ہیں"۔ مقالاتِ صدیقی (مرتبہ مسلم صدیقی)، (لکھنؤ: اترپردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء)، ص ۲۰۶۔

۹۔ محمد نجف علی خان، احسن القواعد (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۹۰۳ء)، ص ۹۵۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ علمی اردو لغت، محولہ بالا۔

۱۲۔ فرہنگِ آصفیہ (مرتبہ سید احمد دہلوی)، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء)۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ اسٹین گاس، محولہ بالا۔

۱۵۔ بحوالہ وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۶ء)، (اشاعت پنجم)۔

۱۶۔ ایضاً۔

۱۷۔ فرہنگِ عامرہ (مرتبہ محمد عبداللہ خان خویشگی)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)؛ نیز قاموس القرآن (مرتبہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی)، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۳ء)، (طبع نو)۔

۱۸۔ فرہنگِ آصفیہ، محولہ بالا۔

۱۹۔ سید فضل الرحمن، معجم القرآن (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، (چوتھا ایڈیشن)۔

۲۰۔ دیکھیے: المنجد (عربی اردو)، (مرتبہ سعد حسن خان یوسفی و دیگر)، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۷۵ء)۔

۲۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، پندرھویں جلد (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۳ء)۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ
سابق پروفیسر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی
drraufparekh@yahoo.com

چودھری محمد علی ردولوی کی خطوط نگاری

دوسری اور آخری قسط

شعیب نظام

چودھری صاحب اور ہما میں گو باپ بیٹی کا رشتہ ہے مگر دونوں کئی زبانوں سے واقف ہیں اور خیالات کی ہم آہنگی نے اس رشتے کو وہی سے بہت قریب کر دیا ہے۔ رسالہ 'نقوش' میں ہما نے چودھری صاحب کا ایک خاکہ لکھا تھا۔ دیکھیے چودھری صاحب اس پر کس طرح اظہار خیال کر رہے ہیں۔

"پہلی مرتبہ 'نقوش' میں تمھاری تصویر کشی دل پر نہیں بیٹھی تھی دوبارہ پڑھنے کے بعد تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے تم نے نہایت احتیاط سے اپنے باپ کی تصویر کھینچی ہے جس میں خدوخال کے ساتھ مینے مہاسے اس نزاکت سے دکھائے کہ دل کہتا ہے داد دو، اس درجہ کا ایک شعر ہے۔

ایک عورت ایک آبشار کے پاس بیٹھی پانی بہنے کی آواز سن رہی ہے اور اس ترنم کا اثر اس کے چہرے پر ظاہر کرتا ہے اگر تم مصور ہوتیں تو اس عورت کی تصویر بنا لیتیں اور چہرے پر پانی کا ترنم ظاہر کر دیتیں، تم نے تصویر کشی اسی کمال کے ساتھ کی ہے۔ باپ کا حفظ مراتب بھی کیا ہے اور میری عیاش نشی اور جذبات کے ہاتھ کی کٹھ پتلی اسی طرح دکھائی ہے ماشاءاللہ۔"

اپنے سب بچوں میں چودھری صاحب ذاتی طور پر ہما سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس کی وجہ دونوں کا ادبی ذوق اور مزاج کی ہم آہنگی ہے۔ ہما کے نام زیادہ تر خطوط ہیں۔ دونوں باپ بیٹی سے زیادہ دوست معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اقتباس اور دیکھیے:

"میری جان دعائیں قبول کرو۔ عقل نہ معلوم کہاں چکر کاٹا کرتی ہے کہ ایک بات میں خط میں لکھتا ہوں اور دوسری بات ذہن سے اتر جاتی ہے، جب یاد آتی ہے تو دوسرا خط لکھتا ہوں۔ اگر پھر ذہن سے غائب ہو گئی تو یوں ہی دل بہلانے کے لیے تم کو لکھا کرتا ہوں۔ جب کوئی پاس بیٹھا ہوتا ہے تو خیر جب کوئی نہ ہوا تو پھر تم سامنے آ جاتی ہو لہذا پھر لکھتا ہوں۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے

دیکھو پھر دماغ سے مطلب روح سیالی کی طرح متر گشت کو نکلے جا رہے ہیں۔ خیالات کو صف بہ صف جمع کر لوں تو عرض کروں۔"

دیکھا آپ نے محبت کا یہ وفور، ایسی جذباتیت اور کسی کے نام ان کے خطوط میں نظر نہیں آتی۔ ہما کی شکل میں انھیں ایک ہم خیال اور ہم مذاق دوست مل جاتا ہے جس سے وہ دل کھول کر باتیں کرنا چاہتے ہیں اس سے ان کے کلیجے پن کا کچھ مداوا بھی تو ہو جاتا ہے۔

چودھری صاحب نے اپنی پسند کی انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کی بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں معلوم نہیں ان کے بعد ان کتابوں کا کیا بنا۔ وہ اپنی ضعیفی اور بیماری کے باوجود اپنی پسند کی کتابیں اپنی بیٹی ہما اور مالن سے فرمائش کر کے منگاتے رہتے تھے۔ دیکھیے ہما کے نام خط کا یہ اقتباس:

"اپنے دماغ میں تم کو کتنی بار خط لکھا کرتا ہوں معلوم نہیں خیالی خط لکھا ہے یا سچ کا۔ یقیناً خیالی خط رہا ہوگا اول تو بات اس طرح یاد آتی ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، دوسرے تمھارا ہمیشہ کا دل روز خط پاکر یہ بھی خیال دل میں جما ہوا تھا کہ ابھی ہما ایک اور خط کی قرض دار ہوں گی نہ معلوم واقعی یہ ہمارے خواب و خیال میں اچھا ہوگا۔ آج کل میں نئی لائبریری لاہور کی امراؤ جان پڑھ رہا تھا بیچاری اُمّن کو خدا خوش رکھے اس نے میری فرمائش پر کراچی بھر میں تلاش کر کے بھیج دی۔ کلیات اکبر بھی مانگا تھا۔ اس کو صرف پہلا حصہ دستیاب ہوا مگر نہ معلوم کن مشکلوں سے دوسرا حصہ حسن اتفاق سے میرے یہاں نکل آیا۔ تیسرے حصے کی آرزو ہے میرا مکمل کلیات اکبر نہ معلوم کون لے گیا۔ مگر ہوس اب بھی کہتی ہے کہ تیسرا حصہ مل جائے تو پھر کلیات مکمل ہو جاتا۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوں، یہ بھی جانتا ہوں کہ میری آنکھیں بند ہونے کے بعد میری کتابیں نہ معلوم کس نخاس میں ٹھکانے لگیں گر بانے ہوں بھاڑ میں جائے ہوں۔ پھر بھی وہی شوق ہے جیسے ہم ہمیشہ یہیں کتابیں پڑھا کریں گے ویسے وہاں اعمال نامہ پڑھنا پڑے گا جس سے دل ہل رہا ہے۔"

مگر آخر تک چودھری صاحب میں پڑھنے کی للک باقی رہی۔ یہ کتابیں اور رسائل گویا ان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تھے۔ ایک اور خط میں وہ ہما کو لکھتے ہیں:

"کل میں نے طفیل صاحب کو خط لکھا 'نقوش' کا غزل نمبر مجھ کو بھیج دیجیے (دیکھیے شروع ہوا ایک جگہ کا مناپڑا ابھی تو صرف ایک ذرا آفت آئی ہے اور طفیل صاحب کا کارڈ معلوم ہوتا ہے میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگے ہیں اچھا خیر میں نے ان کو لکھا ہے اس کے دام ہما سے لے لیں۔ بیٹی ان کو جو اس کے دام ہوں دے دینا اور جس کام میں کہنا میں تمھاری طرف لگا دوں گا۔"

چودھری صاحب کی خطوط نگاری کے بارے میں 'ادبی دنیا' کے مدیر مولانا صلاح الدین احمد رقم طراز ہیں:

"جن صاحبوں نے مکاتیب غالبؔ کے بعد خطوط کے ان متعدد مجموعوں کا مطالعہ کیا ہے جو وقتاً فوقتاً گزشتہ پون صدی میں ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ مجموعہ زیر نظر کو پڑھنے کے بعد غالباً میرے اس خیال کی تائید فرمائیں گے کہ جن خوبیوں اور خصوصیات نے غالب کے خطوط کو دوام بخشا، وہ ایک لباس تازہ میں اس مجموعہ کی زیب و زینت ہیں۔ وہی سلاست، وہی بے تکلفی، وہی شگفتگی، وہی برجستگی اور سب سے بڑھ کر وہی احساس یگانگت اور وہی کیف تخاطب جو 'اردوئے معلیٰ' اور 'عود ہندی' کے مکاتیب میں پایا جاتا ہے، ایک بہت بڑی حد تک ان خطوط میں بھی اپنی پوری رعنائی سے جلوہ افروز ہے اور اس بات کی کہ ان کے جمع کرنے کا کسی کو خیال تک نہیں تھا اور ان کی نوعیت بھی سراسر نجی ہے۔ اس لیے ان کیفیتوں کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

مکاتیب محمد علی کی ادبی خوبیوں کی نسبت صرف اسی قدر کہنا کافی ہوگا کہ چودھری صاحب کو زبان و بیان کی لطافتوں اور نزاکتوں پر جو بے پناہ قدرت حاصل ہے، وہ اس مجموعے کے قریب قریب ہر خط میں جھلکتی ہے اور بعض مکاتیب میں تو اس کے کرشمے ہر ہر سطر پر دل کا دامن کھینچتے ہیں اور پڑھنے والے کی نظر اس لطافت زار میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔"

معروف لغت نویس اور تحقیق نگار شان الحق حقی ان کی خطوط نگاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

"چودھری محمد علی کے خطوط کسی علمی تصنیف یا محض ادب کا حیلہ و بہانہ نہیں اور پھر بھی عین ادب قرار پاتے ہیں۔ پر لطف اور دل آویز ہونے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں فکر انگیز بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی اپنی شخصیت پوری طرح جھلک جاتی ہے جو خود ان تحریروں سے کہیں دل آویز تھی۔"

شاہ معین الدین 'معارف' اکتوبر 1959 میں رقم طراز ہیں:

"چودھری صاحب جس تہذیب کے یادگار تھے، اب وہ تہذیب مٹ چکی ہے اس لیے ان کی موت سے ایک پورے دور کا خاتمہ ہو گیا اور اب ایسے نمونے پیدا نہ ہوں گے۔"

محمود ایاز 'سوغات' بنگلور میں لکھتے ہیں:

"چودھری محمد علی پر کوئی پچاس سال قبل قرۃ العین حیدر نے ایک مضمون 'داستان طراز' کے عنوان سے لکھا تھا اس کی اشاعت کے چار پانچ سال کے اندر محمد علی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ 'سوغات' کے تیرہ شمارہ (تیرہویں شمارے) (دور اول) میں ایک مختصر نوٹ نکلا کچھ دوسرے رسائل اور اخبارات میں بھی شاید چند سطریں آئی ہوں گی اور اردو والوں کو یہ پتا بھی نہ چلا کہ کیسا زبردست انشا پرداز اور ایک طرز اور اسلوب کا موجد اور خاتم تحریر میں باتوں کے پھول کھلانے والا ان کے درمیان سے اٹھ گیا۔

واقعی ہم اردو والوں کی بے حسی کی یہ انتہا ہے کہ ہم چودھری محمد علی جیسے صاحب طرز انشا پرداز کو کتنی جلدی فراموش کر چکے ہیں اور اس دلیے کا ہمیں افسوس تک نہیں۔ نہ ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔ اس سے صرف عبرت ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ کاش آئندہ نسلیں اس کا کچھ مداوا کر سکیں۔ ہاں جناب انور خاں نے ان پر پی ایچ ڈی کر کے کسی حد تک اس کمی کو ضرور پورا کرنے کی کوشش کی ہے مگر اب بھی ہمارے بڑے نقادوں کی مجرمانہ خاموشی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

ڈاکٹر شعیب نظام
105/591، حافظ حلیم کپاؤنڈ، بعد نا پر، چمن گنج، کان پور-208001
Mob 8960416841

اردو دنیا

جھارکھنڈ کے پلس ٹو اسکولوں میں اردو یونٹ کی عدم دستیابی کو لے کر انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ نے ریاستی وزیر کو خط لکھا

رانچی (پریس ریلیز، 4 مارچ)۔ مسٹر حفیظ الحسن/تھاکر (وزیر برائے ترقی انسانی وسائل، جھارکھنڈ) کو جھارکھنڈ کے 512 پلس ٹو اسکولوں میں اردو یونٹ کی عدم دستیابی کو لے کر انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی جانب سے ایک درخواست بھیجی گئی ہے جس میں وزیر موصوف سے گزارش کی گئی ہے کہ ان پلس ٹو اسکولوں میں اردو یونٹ کا پرویژن کیا جائے تاکہ اردو طلبہ کے مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے آئینی اور بنیادی حقوق پامال نہ ہوں۔ اردو یونٹ کی عدم دستیابی کے سبب اردو آبادی کے بچے سنسکرت پڑھنے پر مجبور ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر موصوف سے سرکاری ہائی اسکولوں میں جہاں اب تک اردو کی اسامیاں خالی ہیں، انہیں بلا تاخیر پُر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ وزیر موصوف کے نام اس عرض داشت کو جھارکھنڈ کے ایک درجن سے زائد ایم ایل اے کو بھی بذریعہ ای میل بھیجی جا رہی ہے تاکہ ودھان سبھا میں اسے اٹھایا جا سکے اور ان پر دباؤ بھی بنایا جا سکے۔

مہنار مہوتسو کا کارڈ اور پوسٹر اردو میں بھی

حاجی پور (29 فروری)۔ اردو ایکشن کمیٹی بہار اردو زبان کے فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرنے میں سرگرم عمل ہے، اس کا روز بروز اثر دیکھنے کو مل رہا ہے۔ روزنامہ قومی تنظیم کی خبر کی اشاعت پر افسران نے فوری توجہ دی اور اخبار کے نمائندوں کی کوشش اور اردو ایکشن کمیٹی بہار کی محنت کے سبب ویشالی کلکٹر کے صدر دروازے پر اردو کو پچھلے سال کے آخر میں جگہ ملی اور اس سال 26 فروری کو مہنار مہوتسو کے پروگرام میں بھی اردو کے پوسٹر اور بینر نظر آئے۔ مہنار مہوتسو کے دعوت نامے، ہورڈنگ اور پوسٹرز میں اردو زبان بھی شامل کی گئی۔ مہوتسو کے پروگرام میں اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے قوالی کا پروگرام بھی رکھا ہے۔ ایس ڈی او، خیر تھا اور ایس ڈی پی او پریتش کمار اور مہنار کے بھی افسران جنہوں نے اردو زبان کو اس کا حق دیا، قابل مبارکباد ہیں۔

(قومی تنظیم۔ پٹنہ)

اردو زبان کا پرچہ لیک، طالب علم گرفتار

پانی پت (3 مارچ)۔ ہریانہ بورڈ کے بارہویں جماعت کے امتحان کا اردو زبان کا پرچہ لیک ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک ملزم طالب علم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انتظامیہ کے مطابق ہریانہ اسکول ایجوکیشن بورڈ نے اردو زبان کے امتحان کے پرچے کی کاپی سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کے بعد امتحان منسوخ کر دیا ہے۔ اس معاملے میں پرچہ لیک کرنے والے مشتاق، انور حسین اور رویندر کمار وکرم کے خلاف ہریانہ پبلک ایگزامنیشن ایکٹ، سیکشن 188 کی متعلقہ دفعات کے تحت ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ قابل ذکر ہے کہ نوح کے گورنمنٹ سینئر سیکنڈری اسکول کے امتحان مرکز سے سوال کا یہ پرچہ لیک ہوا تھا۔ (انقلاب۔ دہلی)

کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کی سہ روزہ ریاستی کانفرنس

اردو نہ صرف ہماری بلکہ پورے ہندوستان کی ملی جلی ثقافت اور سماجی بقائے باہمی کی زبان ہے: عبدالصمد صمدانی

کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کو چاہیے کہ قومی سطح پر اردو کا پروگرام منعقد کرے، سرکار کی جانب سے وہ مدد ضرور کریں گے: وی عبدالرحمن

ملاپرم (پریس ریلیز، 18 جنوری)۔ کیرالا میں اردو اساتذہ کی تنظیم (کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن) کی سالانہ ریاستی کانفرنس ضلع ملاپرم کے ایس ایم سرور نگر (وارین کلتھ کیرامد حاجی ٹاؤن ہال) میں منعقد کی گئی۔ 14 تا 16 جنوری انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منعقدہ اس سہ روزہ کانفرنس میں بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ مختلف اضلاع سے آئے ہوئے اردو اساتذہ سے ٹاؤن ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بھی ہر ایک اردو تعلیم و تعلم سے شغف رکھنے والوں اور اردو زبان کے شیدائیوں نے شرکت فرما کر یہ کانفرنس کامیاب بنائی اور اس طرح یہ سہ روزہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔

کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کا جشن طلائی سال اور یہ 28 ویں ریاستی کانفرنس تھی۔ 14 جنوری کو کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ کے ہاتھوں کے ٹی اے کی پرچم کشائی کے ساتھ کانفرنس کا آغاز ہوا۔ پہلا اجلاس یادگار سرور اور پروجال کے ملن کا تھا۔ ملاپرم ضلع کے کے ٹی اے کے سکریٹری جناب ساجد موکن نے استقبالیہ کلمات پیش کیے۔ اس اجلاس کا افتتاح ممبر پارلیمنٹ جناب ای ٹی محمد بشیر صاحب نے کیا۔ انھوں نے اپنے افتتاحی خطبے میں کہا کہ اردو زبان قومی یکجہتی کی عظیم استعارہ مثال ہے اس زبان نے آزادی میں جتنا حصہ لیا ہے شاید ہی کسی اور زبان کا اتنا رول رہا ہو۔

بشیر صاحب کے افتتاحی خطبے کے بعد صدارتی خطبے میں عالی جناب پی ٹی اے رحیم کی صاحب (سابق صدر کے ٹی اے) نے کیرالا میں گزشتہ نسلوں نے اردو کے لیے جو قربانیاں دیں، ان پر روشنی ڈال کر اپنا خطبہ مکمل کیا۔ اس اجلاس کے مہمان خصوصی کے پی اے مجید (ایم ایل اے) نے اپنے بیان میں کہا کہ ایس ایم سرور نے کیرالا میں اردو کی ترقی و ترویج کے لیے غیر معمولی محنت کی ہے۔ شاید اسی لیے پروفیسر شارب ردولوی نے ایس ایم سرور کو کیرالا کے بابائے اردو کہا تھا۔ مہمان خصوصی کے خطبے کے بعد ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ نے اردو کے میدان میں ایس ایم سرور کی خدمات کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ ایس ایم سرور کی ادبی خدمات کے موضوع پر جناب این ٹی الدین کٹی نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ اس اجلاس میں کے شوکت علی ماسٹر، اے پی عبدالمجید ماسٹر، وی ویران کی ماسٹر، ایم نورالدین ماسٹر اور مجید ماسٹر نے بھی اپنے خیالات پیش کیے۔ ملاپرم حمزہ کلہ ہوڑ نے تہنیتی کلمات پڑھے، جب کہ اظہار تشکر جناب ایم پی شوکت علی نے ادا کیا۔

ظہرانے کے بعد محفل غزل سرائی کا پروگرام منعقد ہوا۔ پی محمد عبد الجلیل کے استقبالیہ کلمات کے بعد جناب لطفت حمزہ کی صدارت میں ملاپرم میونسپل کے چیئرمین جناب مجیب کاڈیری نے محفل غزل پروگرام کا افتتاح کیا۔ ملاپرم میونسپل کی تعلیمی اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین عبدالحکیم نے عامات خطاب کیا اس کے بعد عشرت صباح اینڈ پارٹی کی غزل سرائی اور کلاسیکی فلمی نغموں کا پروگرام شروع ہوا جس کے ہدایت کار جناب پی ایم لطیف صاحب تھے۔ عشائیہ کے بعد سالانہ کونسل منعقد کی گئی۔ کونسل پروگرام کی صدارت کی کرسی پر

(بقیہ صفحہ 7 پر)

انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کا جلسہ

رانچی (پریس ریلیز)۔ مورخہ 18 فروری کو اولڈ ہاک کمیٹی، انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ جھارکھنڈ کے کنوینروں کی آن لائن میٹنگ پلامو کمشنری کے انچارج ڈاکٹر یاسین انصاری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں ہزاری باغ سے شاہنواز احمد خان، الحسن گنج سے ڈاکٹر انتخاب عالم، گرہوا سے محمد ریاض احمد خان، سمڈیگا سے محمد ابرار عالم، بکھوکی سے آصف ندیم، دھنباد سے ڈاکٹر حسن نظامی، دلتیارہ سے آصف اقبال، صاحب گنج سے محمد ممتاز عالم، گڈا سے سلیمان جہانگیر، جامتاڑا سے مولانا رقیب رحمانی، گریڈیہ سے محمد انظر عالم، دانی سے شریف حسن مظہری، ڈاکٹر خالد سجاد، اقبال احمد، یاسین لال اور ظفران اشرفی، کوڈرما سے احمد جانی اور محمد سجاد حسین شامل ہوئے۔

مرکزی نمائندہ ایم زید خان نے انجمن ترقی اردو (ہند) کے بروشر کے اس حصے کو پڑھ کر سنایا جس میں انجمن کے مشن پر روشنی ڈالی گئی ہے:

1. ہمارا مقصد عوام تک اردو زبان و ادب کی رسائی کو فروغ دینا اور اس کی عالمگیر معنویت اور ضرورت کو یقینی بنانا۔
2. اردو کو ہندوستان کے کروڑوں لوگوں کے رابطے کی زبان کے طور پر بحال کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔
3. اردو اور ہندی کے درمیان تعلقات بحال کرنا۔
4. کلاسیکی، معاصر شعرا و ادبا کی تخلیقات کو شائع کر کے معیاری ادب فراہم کرنا۔
5. اردو زبان کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والی پالیسیوں میں اہم تبدیلیاں لانے کے لیے مرکزی اور ریاستی حکومتوں اور اداروں سے رابطہ قائم کرنا نیز پرانے رابطوں کو مستحکم کرنا۔

تاریخ دہراتے ہوئے کہا گیا کہ انجمن کا قیام 1882 میں سر سید احمد خان نے اردو ہندی تنازعے کی بھڑکتی ہوئی آگ کو فرو کرنے کے لیے اس مقصد سے کیا تھا کہ ایک زبان کو دو حصوں میں تقسیم ہونے سے بچایا جا سکے جو بدقسمتی سے ممکن نہیں ہو سکا۔

شاہنواز احمد خان نے اپنے خطاب میں اردو آبادی کو بیدار کرتے ہوئے کہا کہ زبان اور کلچر کو بچانا ہے تو قربانی دینی ہوگی۔ غفلت برتنے سے سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر یاسین انصاری نے اپنے صدارتی خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ مارچ تک انتخابی عمل مکمل کر لیا جائے تاکہ اردو آبادی کی ایک نمائندہ مضبوط تنظیم جھارکھنڈ میں کھڑی ہو سکے جو اردو کے مسائل کو لے کر آگے بڑھے۔

ڈاکٹر خالد سجاد نے بوکارو اور رامگڑھ کے علاقے میں اردو بیداری مہم چلا کر ممبر سازی کا مشورہ دیا۔

ڈاکٹر حسن نظامی (دھنباد) نے دھنباد میں مارچ کے آخر تک انتخابی عمل مکمل ہو جانے کی بات کی۔

ڈاکٹر انتخاب عالم، مولانا رقیب رحمانی، سلیمان جہانگیر، محمد سجاد حسین، محمد انظر عالم، محمد ابرار عالم اور محمد ریاض احمد خان نے انجمن ترقی اردو کی ضلع اکائیوں کی تشکیل بذریعہ انتخاب مارچ۔ اپریل تک کرا لینے کی یقین دہانی کرائی۔

اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ زیادہ تر ضلعوں میں ممبر سازی کے کام کو سنجیدگی سے لیا جا رہا ہے۔ اور ہزاری باغ، گرہوا، دھنباد، گریڈیہ، گڈا میں ممبر سازی کی کارروائی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے قابل تقلید بتایا گیا۔ مجلس کی نظامت ایم زید خان نے کی۔

وزیر اعلیٰ سے معاون اردو مترجمین کی بحالی پر توجہ دینے کی اپیل

کشن گنج (24 فروری)۔ بہار میں آئے دن ہر شعبے میں بحالی ہو رہی ہے اور تمام شعبوں کے خالی عہدوں کو بھرنے کی تیزی سے کوشش ہو رہی ہے۔ بہار کے وزیر اعلیٰ جناب نتیش کمار تقریباً ہر روز تقرری نامے تقسیم کر رہے ہیں جس سے بہار ترقی کا نیا سنگ میل عبور کر رہا ہے۔ دوسری طرف معاون اردو مترجمین کی بحالی کا معاملہ چار سالوں سے التوا میں ہے لیکن اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے جس سے امیدواروں میں بے چینی کا عالم ہے۔ 2019 میں جب اس بحالی کا نوٹیفکیشن جاری ہوا تھا تو بہت سے نوجوان سرکاری ملازمت کا خواب لیے گھر آ گئے، امتحان کی تیاری کر کے پی ٹی اور مین امتحان پاس کیے، امید تھی کہ آج کل میں نوکری مل جائے گی مگر چار سالوں میں بے روزگاری کے ساتھ ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں۔ پہلے کمیشن نے کیس کا بہانہ بنا کر حتمی نتائج جاری نہیں کیے، جب کیس اٹھا لیے گئے اور امید تھی کہ اب فائنل رزلٹ آ جائے گا تو کمیشن آٹھ سو تینتیس لوگوں کو مزید کاؤنسلنگ کے لیے بلا لیا، خیر سے وہ بھی ہو گیا۔ اب امید تھی کہ رزلٹ آ جائے گا تو تیسری بار پھر بیس لوگوں کو کاؤنسلنگ کے لیے بلایا گیا اور کہا گیا کہ جتنی بحالی ہونی ہے وہ تعداد پوری نہیں ہو رہی ہے۔ تیرہ فروری کی تیرہ تاریخ کو تیسری کاؤنسلنگ ہوگی اور کاؤنسلنگ کو دس دن ہو گئے مگر اب تک فائنل رزلٹ شائع نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں متعدد ذرائع سے کمیشن اور دیگر متعلقہ اداروں سے رابطہ کرنے پر کہا جاتا ہے کہ بس آج کل میں رزلٹ آ جائے گا اور یہ کہہ کر تسلی دے دی جاتی ہے، جب کہ ماضی میں دوسری بحالی میں کمیشن نے کاؤنسلنگ کے دو دن کے اندر ہی فائنل رزلٹ شائع کر دیا تھا مگر پتا نہیں کمیشن کی کیا مجبوری ہے کہ اس بار ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ معاملہ اردو کا ہے اس لیے تاخیر کی جا رہی ہے؟ یا پھر کمیشن کی منشا اس بحالی کے تعلق سے صحیح نہیں ہے؟ لوک سبھا کا الیکشن قریب ہے اور ہفتہ دس روز میں الیکشن کا شیڈول آ جانے کا اندیشہ ہے، امیدواروں میں بہت بے چینی ہے، نہ جانے کتنے امیدواروں نے اپنے دکھ درد کا اظہار کرتے ہوئے معزز وزیر اعلیٰ سے اپیل کی ہے کہ وہ خود اس پر توجہ فرمائیں اور جلد از جلد اس بحالی کی تکمیل کا ہدایت نامہ جاری فرمائیں کیوں کہ وزیر اعلیٰ سے انھیں بہت امیدیں ہیں۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

رفتید ولے نہ از دل ما

عزیز قریشی

نئی دہلی۔ کانگریس کے سینئر لیڈر، مدبر اور بے باک مسلم رہنما ڈاکٹر عزیز قریشی کا بھوپال کے ایک نجی اسپتال میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر 83 برس تھی۔ ان کے انتقال کی خبر سے ملی اور سیاسی حلقوں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اتر پردیش، اتراکھنڈ اور میزورم کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔

ڈاکٹر عزیز قریشی ایک بے حد مدبر اور بے باک مسلم رہنما تھے اور وہ اپنی بے باکی کی وجہ سے سیاست میں ایک خاص شناخت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے مسائل پر اکثر اپنی پارٹی کی مرکزی اور ریاستی قیادت کے خلاف بھی آواز بلند کرتے رہتے۔ گورنر کے عہدے سے سبکدوشی کے بعد انھوں نے مسلمانوں کو سیاست میں حاشیے پر پہنچائے جانے کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ اپنی علالت کے باوجود آخر وقت تک سیاست میں متحرک تھے۔

ڈاکٹر عزیز قریشی کے انتقال پر کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے نے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ انھوں نے تعزیتی پیغام میں کہا کہ انھیں سینئر کانگریس لیڈر اور سابق گورنر ڈاکٹر عزیز قریشی کے انتقال پر دکھ ہے۔ اپنے سیاسی کیریئر میں انھوں نے کئی اہم عہدوں پر عوام اور ملک کی خدمت کر کے اپنا فرض نبھایا۔ وہ مدھیہ پردیش میں مختلف وزارتی عہدوں پر فائز رہے۔ ممبر پارلیمنٹ کے علاوہ وہ تین ریاستوں اتراکھنڈ، میزورم اور اتر پردیش کے گورنر بھی رہے۔ وہ انڈین یوتھ کانگریس کے بانی رکن بھی تھے۔ کھڑگے نے مزید کہا کہ وہ ان کے اہل خانہ، رشتے داروں اور محبین سے گہری تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ ڈاکٹر عزیز قریشی 24 اپریل 1940 کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ 1984 میں مدھیہ پردیش کے ستنا سے لوک سبھا انتخابات میں ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوئے اور مدھیہ پردیش کانگریس الیکشن کمیٹی کے سکریٹری، انڈین یوتھ کانگریس کے بانی رکن اور 1973 میں مدھیہ پردیش حکومت کے مختلف محکموں میں وزیر بھی رہے۔ انھیں جنوری 2020 میں مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔

پنکج ادھاس

ممبئی۔ فلم 'نام' میں 'چٹھی آئی ہے' گیت گا کر اپنا نام روشن کرنے والے مشہور گلوکار پدم شری پنکج ادھاس کا 26 فروری 2024 کو طویل علالت کے بعد ممبئی کے بریچ کینڈی اسپتال میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر 72 برس تھی۔ اپنے والد کے انتقال کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے آنجہانی ادھاس کی بیٹی نایاب ادھاس نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر لکھا کہ بے حد دکھ کے ساتھ ہمیں یہ آپ کو بتانا پڑ رہا ہے کہ پدم شری پنکج ادھاس کا 26 فروری 2024 کو طویل بیماری کے بعد انتقال ہو گیا۔ پنکج ادھاس کے تعلقات عامہ کے افسر نے بتایا کہ مشہور غزل گلوکار نے صبح تقریباً 11 بجے بریچ کینڈی اسپتال میں آخری سانس لی۔ آنجہانی ادھاس کے انتقال سے موسیقی کی دنیا میں سوگ کی لہر دوڑ گئی۔ پنکج ادھاس نے اپنے کیریئر کا آغاز 1980 میں 'آہٹ' نامی غزلوں کا البم جاری کر کے کیا۔ 1982 میں ترنم اور 1983 میں محفل آئی۔ اس کے بعد 1984 میں انھوں نے رائل البرٹ ہال میں پنکج ادھاس لائیو پروگرام پیش کیا۔ 1985 میں نایاب اور 1986 میں آفرین جیسے کئی ہٹ گانے ریکارڈ کیے۔

ایک غزل گلوکار کے طور پر اپنی کامیابی کے بعد انھیں مہیش بھٹ کی فلم 'نام' میں اداکاری اور گانے کے لیے مدعو کیا گیا۔ ان کا گانا 'چٹھی آئی ہے' آج بھی لوگوں کے لبوں پر ہے۔

ناظر نعمان صدیقی

ممبئی سے شائع ہونے والے سب سے قدیم ادبی رسالے ماہنامہ 'شاعر' کے ناشر اور نائب مدیر ناظر نعمان صدیقی کا یکم مارچ 2024 کی صبح نو بجے اپنے گھر اور 'شاعر' کے دفتر واقع ناتھ بلڈنگ، گرانٹ روڈ ممبئی میں طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ بعد نماز عصر ناریل واڑی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بھائی شامل ہیں۔ ناظر نعمان صدیقی کی پیدائش 25 نومبر 1945 کو آگرہ میں ہوئی تھی۔ سیماب اکبرآبادی کے پوتے اور اعجاز صدیقی کے بڑے بیٹے تھے۔ خیال رہے کہ ناظر نعمان صدیقی نے تقریباً 60 برسوں تک 'شاعر' کے لیے اپنی خدمات انجام دیں جو اپنے آپ میں ایک بڑا ریکارڈ ہے۔

نذر بونیاری

ممبئی (20 فروری)۔ اردو اور پہاڑی زبان کے نامور قلم کار، ادیب اور صحافی راجا عبدالقیوم خان المعروف بہ نذر بونیاری ممبئی کے اسپتال میں 20 فروری 2024 کو انتقال کر گئے۔ مرحوم طویل عرصے سے بیمار تھے اور بالآخر اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

راجا عبدالقیوم نذر بونیاری 2 جنوری 1949 کو بارہمولہ کی تحصیل بونیار کے ایک گاؤں ترکانجن میں پیدا ہوئے۔ بارہویں تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی مکمل کی اور بی اے کی ڈگری لینے کے لیے 1973 میں بارہمولہ کالج میں داخلہ لیا، پھر کشمیر یونیورسٹی سے بی ایڈ کیا اور بی ایڈ مکمل کرتے ہی استاد کا عہدہ سنبھالا اور 43 سالہ سروس کے بعد 2007 میں محکمہ تعلیم سے سبکدوش ہوئے۔ اس دوران انھوں نے اپنے فرائض منصبی مختلف جگہوں پر انجام دیے۔ وہیں انھوں نے ڈائیٹ میں بھی اپنے فرائض انجام دیے۔ اس کے علاوہ نذر بونیاری نے جموں و کشمیر کے بورڈ آف اسکول ایجوکیشن کے ٹیکسٹ بک ایڈوائزری بورڈ میں بھی اپنے فرائض انجام دیے۔ مرحوم 34 سے زائد کتابوں کے مصنف تھے جن میں چھ کتابیں پہاڑی زبان میں اور آٹھ کتابیں اردو میں تصنیف کیں۔ ان کی تحریریں اخبار [illegible] میں بھی چھپتی رہی ہیں۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

عالمی کتاب میلے میں قومی اردو کونسل اور این بی ٹی کے اشتراک سے 'ہندستان کے کثیر لسانی منظرنامے میں اردو تہذیب کی عکاسی' پر مذاکرہ

نئی دہلی (پریس ریلیز، 16 فروری)۔ دہلی کے پرگتی میدان میں جاری عالمی کتاب میلے میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اور این بی ٹی (نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا) کے اشتراک سے 15 فروری کو سیمینار ہال کے تھیم پویلین میں 'ہندستان کے کثیر لسانی منظرنامے میں اردو تہذیب کی عکاسی' کے عنوان سے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں پروفیسر خواجہ اکرام الدین اور پروفیسر کوثر مظہری نے بطور مہمان مذاکرہ کار شرکت کی، جب کہ اس پروگرام کی نظامت ڈاکٹر شفیع ایوب نے انجام دی۔

مذاکرے میں اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر خواجہ اکرام الدین نے کہا کہ اردو تہذیب کا مطلب ہے ہندستانی تہذیب، یعنی کثرت میں وحدت کا نمونہ۔ انھوں نے کہا کہ یہ زبان خالص ہندستانی تہذیب و ثقافت کی زبان ہے۔ اردو کے پہلے شاعر امیر خسرو نے جس زبان میں شاعری کی ہے وہی ہندستان کا اصل رنگ ہے جو اردو زبان کے رگ و پے میں شامل ہے۔ خسرو کے بعد دکن اور میر و غالب اور بعد تک کی شاعری میں یہ رنگ بہت نمایاں ہے۔ خواجہ اکرام نے کہا کہ ہندستان جس کثیر لسانی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہے، اس کا سب سے بہترین نمونہ اردو ہے۔ انھوں نے اردو پر دوسری زبانوں کے اثرات اور ہندستانی زبانوں پر اردو کے اثرات کو شعری مثالوں سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہندستان کو سمجھنے کے لیے ہندستانی زبانوں کو پڑھنا پڑے گا اور ان زبانوں میں اردو کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، کیوں کہ ہندستان کے تمام تہذیبی مظاہر کی نمائندگی یہ زبان بخوبی کرتی ہے۔

پروفیسر کوثر مظہری نے کہا کہ اردو زبان کی تشکیل میں تمام زبانوں اور تہذیبوں کی آمیزش رہی ہے۔ اس زبان میں ہر ہندستانی زبان کے علاوہ عربی، انگریزی، پرتگیزی، ترکی اور دیگر کئی زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے انھوں نے اردو نثر کی کلاسیکی کتاب 'آب حیات' کے ایک اقتباس کا خصوصی حوالہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ اردو کی کلاسیکی شاعری بھی لسانی تنوع کی نمائندگی کرتی ہے، بلکہ نثر سے زیادہ شاعری میں ہندستانی تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے۔ پروفیسر مظہری نے کہا کہ اردو تہذیب، سنجیدگی و شائستگی سکھاتی ہے اور یہی اس کی ایک خاص شناخت ہے۔ ہندستانی

(بقیہ صفحہ 7 پر)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : ناگپور میں اُردو نثر نگاری
مصنف : ڈاکٹر شرف الدین ساحل
صفحات : 384 صفحات
قیمت : 400 روپے
ملنے کا پتہ : ساحل کمپیوٹرس، حیدری روڈ، مومن پورہ، ناگپور-440018 (مہاراشٹر)
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر
E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

ڈاکٹر شرف الدین ساحل اُردو کے فعال و مستعد بزرگ ادیب، شاعر، نقاد، محقق اور مدون ہیں۔ تصنیف و تالیف ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اب تک ان کی 54 کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں اور کئی ادبی مسودے ابھی منظر عام پر آنے باقی ہیں۔ موصوف کی شخصیت، فن اور ادبی خدمات پر 9 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ناگپور کی ادبی خدمات کے تعلق سے ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں ناگپور میں اردو کا ارتقائی سفر، ناگپور کا مسلم معاشرہ (تین جلدیں) اور ناگپور میں اردو نثر نگاری، اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔ شہر ناگپور کی ادبی عظمت کے حوالے سے ڈاکٹر شرف الدین ساحل خود کہتے ہیں

ہے جان فکر کو یہاں ملتی ہے زندگی
تحقیق گاہ شعر و ادب، ناگپور ہے

زیر تبصرہ کتاب 'ناگپور میں اردو نثر نگاری' میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے ناگپور کے نثر نگار ادیبوں پر تحقیقی و تنقیدی مضامین سپرد قلم کیے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے ناگپور کے ادبی کارناموں کو 'ناگپور میں اردو نثر نگاری کا ارتقائی عمل'، 'نثر نگاران شہر: حالات اور علمی و ادبی کارنامے'، 'مطبوعات'، 'تالیفات'، 'تنقیدی جائزہ' اور 'نایاب تحریریں' عناوین کے تحت تقسیم کیا ہے۔ 'نثر نگاران شہر: حالات اور علمی و ادبی کارنامے' کے تحت 57 نثر نگاروں کے نثری کارناموں پر مضامین لکھے۔ 'مطبوعات' کے تحت ناگپور کے 22 ادیبوں کی کتابوں پر مختصر جائزے تحریر کیے ہیں۔ 'تالیفات' کے تحت ناگپور کے 26 قلم کاروں کی مرتب شدہ کتابوں پر دو دو اور تین تین سطروں میں تعارف پیش کیا ہے۔ 'تنقیدی جائزہ' کے تحت شرف الدین ساحل نے ناگپور سے تعلق رکھنے والے 12 ادیبوں کے نثری کارناموں پر تنقیدی و تحقیقی مضامین رقم کیے ہیں۔ 'نایاب تحریریں' کے تحت ناگپور کے 14 اہل قلم کی نادر و نایاب تحریروں کو کتاب میں شامل کیا ہے جو ایک زمانے تک رسائل و جرائد میں گوشہ نشینی کی حالت میں تھیں۔ شرف الدین ساحل نے اس باب میں شامل نایاب و نادر تحریروں کے آخر میں حوالے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ان کی ادبی دیانت داری کا مسلم ثبوت ہے۔

ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ ناگپور میں اردو نثر نگاری کی تاریخ کا باقاعدہ آغاز سید محمد عبدالعلی عادل کے ملفوظ اور مذہبی مضامین سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد انیسویں صدی میں حاجی الٰہی بخش اور عثمان علی خاں کے چہرے اردو نثر کی حیثیت سے نمایاں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے زیر تبصرہ کتاب میں ناگپور کے محققین، ناقدین، صحافیوں، کالم نگاروں، افسانہ نگاروں، ناول نگاروں، انشائیہ نگاروں اور بچوں کے ادیبوں وغیرہ کی تحریروں اور کارناموں پر اپنی دو ٹوک رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان کی نظر میں بیسویں صدی کی ابتدائی دہائی سے لے کر 1947 تک مولانا سید ہاشم حسنی ناطق گلاؤٹھی کے علاوہ کئی صحافیوں اور افسانہ نگاروں نے ناگپور میں اردو تصنیف و تالیف کو زندہ رکھا۔

ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے اپنے مضمون 'ناگپور میں اردو نثر نگاری کا ارتقائی عمل' میں ناگپور کی مختصر لیکن جامع سیاسی، سماجی و ادبی تاریخ کا احاطہ کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ ناگپور ریاست مہاراشٹر کا دارالحکومت ثانی ہے۔ یہ شہر سنتروں کا شہر اور سبز شہر بھی کہلاتا ہے۔ یہاں کے عوام کی زبان مراٹھی، ہندی اور اردو ہے۔ ڈاکٹر شرف الدین ساحل کی تحقیق کے مطابق راجہ چاند سلطان شاہ کی اسناد جو اردو میں ہیں لیکن ان کا رسم خط دیوناگری ہے، کو اردو نثر کا پہلا ثبوت گردانا گیا ہے۔ انھوں نے زیر نظر کتاب میں ڈاکٹر یشونت کھوشال دیش پانڈے اور دیواس گووند لانڈگے کی مرتبہ کتاب 'دور بھانسلے اتہاسک سنگرہ (کھنڈ پہلا)' سے ایسی تین اسناد پیش کیں جن کا رسم الخط دیوناگری اور زبان اُردو ہے۔ حالانکہ ناگپور کے بادشاہوں کے دربار کی زبان فارسی تھی۔ موصوف نے اس مضمون کے آخر میں 1910 تا 1947 ناگپور کے نثر نگاروں کی اسما کی فہرست پیش کی جن میں منشی عبدالرزاق، ناطق گلاؤٹھی، مولوی محمود علی خاں ندوی، انقلاب تقی علی خاں یاسین اور حاجی محمد حسین اسرار آبادی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

'نثر نگاران ناگپور کے حالات اور علمی و ادبی کارنامے' کتاب کا اہم مضمون ہے۔ اس میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے ناگپور کے اہم ادیبوں اور مصنفوں کے حالات زندگی کے ساتھ ادبی کارناموں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس باب میں جہاں انھوں نے ایک جانب بزرگ نثر نگاروں کے ادبی کارناموں کو تحقیق کا موضوع بنایا وہیں نئی نسل کے نمائندہ نثر نگاروں کی نثری کاوش کو بھی تنقیدی نقطۂ نظر سے پرکھا ہے۔

'تنقیدی جائزے' کے تحت موصوف نے مضمون 'ناول کی نثر نگاری' میں ناول جہاں کے مضامین، شاعری، خطوط نگاری اور اسلوب پر بحث کی ہے۔ مضمون 'مولانا ناطق کا تنقیدی مزاج' میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے ناطق گلاؤٹھی کے تنقیدی مضامین کے مجموعے 'سبع سیارہ' میں شامل سات مضامین کے حوالے سے دل چسپ اور معلوماتی بحث کی ہے۔ ان کی نظر میں مولانا ناطق گلاؤٹھی نے علامہ سیماب اکبر آبادی، یاس یگانہ چنگیزی، عبدالرحمٰن بجنوری، ماہر القادری اور ڈاکٹر احتشام حسین کے تنقیدی رویوں سے شدید مخالفت کی ہے۔ ناطق گلاؤٹھی نے اپنے تنقیدی مضامین میں اس جانب واضح اشارہ کیا ہے کہ تنقید میں غلو سے کام لینا ایک عیب ہے۔ کسی بھی شخص یا شاعر کو تنقید سے بالاتر سمجھنا شخصیت پرستی کی علامت ہے۔

'مولانا ناطق بہ حیثیت شارح دیوان غالب' میں موصوف نے ناطق گلاؤٹھی کی شرح 'کنز المطالب (شرح دیوان غالب)' کے بارے میں تحقیق طلب باتیں رقم کی ہیں۔ اس مضمون میں انھوں نے ناطق کے معاصر شارحین کی شرحوں کا بھی تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ غالب کی شاعری کو سمجھنے کے لیے یہ شرح اہمیت کی حامل ہے۔

'زہرہ جبیں کی افسانہ نگاری' میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے بتایا کہ ناگپور کی ادبی تاریخ میں زہرہ جبیں کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ وہ بیک وقت تین اصناف شاعری، ناول اور افسانہ نگاری میں مہارت رکھتی تھیں۔ موصوف کی تحقیق کے مطابق زہرہ جبیں ناگپور کی پہلی خاتون افسانہ نگار ہیں جن کے افسانوی مجموعے 'صبح کے بھولے'، 'مشعل راہ' اور 'نشیب و فراز' شائع ہوئے۔ 'زرینہ ثانی کی تنقید نگاری' مضمون میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے زرینہ ثانی کے تنقیدی شعور اور مزاج پر اظہار خیال کیا ہے۔ موصوفہ ایک باکمال معلمہ، بہترین شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کو تنقید کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ ان کی چار کتابیں 'اردو شاعری کی ہندوستانی روح'، 'سیماب کی نظمیہ شاعری'، 'کچھ جائزے بیٹی مطالعہ خیابان آبادی' اور 'سطور آ' بہ حیثیت شاعر منصۂ شہود پر آئیں۔ ڈاکٹر شرف الدین ساحل کی نظر میں زرینہ ثانی ادبی شخصیت کے جذبے کے بہاؤ کو نہیں روکتیں اور نہ ہی فن کی تعریف و توصیف کے دائرے سے نکل کر کمزوریاں اور خامیاں تلاش کرتی ہیں۔ ان کی تنقیدی سوچ اسی مثبت انداز پر ٹکی ہے۔

بہرنوع! ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے زیر نظر کتاب میں ناگپور کے نثری ادب کو کوزے میں بند کیا ہے۔ ناگپور کے نثری ادب کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب کسی دستاویز سے کم نہیں ہے۔ موصوف نے کتاب کو مرحوم نور چشم محمد رفیع الدین کے نام معنون کیا ہے۔ جن کی وفات کینسر جیسی مہلک بیماری کی وجہ سے یکم جنوری 2023 کو ہوئی۔ اس موقع پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ 'نایاب تحریریں' باب میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے فہرست میں تو مضمون نگاروں کے نام تحریر کیے ہیں لیکن کتاب کے اندرونی صفحات میں صاحب مضمون کا نام نہیں لکھا گیا ہے۔ دوران مطالعہ گمان ہوتا ہے کہ یہ مضمون خود شرف الدین ساحل کے ہیں۔ میری ناقص رائے کے مطابق اندرونی صفحات پر بھی مضمون نگاروں کے نام لکھ دیے جاتے تو بہتر تھا۔ بہرحال ہم ڈاکٹر شرف الدین ساحل کی صحت یابی کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ادبی کارناموں سے ہمیں یوں ہی محظوظ کرتے رہیں۔ ●●

نام کتاب : ماضی میں ٹھہر کے دیکھتا ہوں
شاعر : صابر ظفر
قیمت : 800 روپے
زیر اہتمام : مہتاب ظفر کراچی، پاکستان
تبصرہ نگار : پروفیسر شاہد کمال
E-mail: shhdkamal@yahoo.com
Mob. 923003739850

صابر ظفر کا نام قارئین ادب کے لیے قطعی نیا نہیں۔ ان کے پڑھنے والے صرف ان کے نام کو ہی شاعری کے معیار کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ یہ وہ اعزاز ہے جو عہد حاضر کے کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔ صابر ظفر کے باب میں انکار کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام اور کثیر الکلام شاعر ہیں۔ زیر نظر مجموعہ صابر ظفر کی 52ویں کتاب ہے۔ غزل کے شعبے میں یہ کثیر الکلامی صرف صابر ظفر کا اختصاص ہے۔ بحر سے ردیف اور قافیے تک کا برمحل استعمال ان کے کلام کو جو دلآویزی بخشتا ہے وہ ان کی شبانہ روز کی ریاضت اور زندگی سے والہانہ وابستگی کی دلیل ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۰ غزلوں سے مزین ہے جو روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔ عہد حاضر میں جہاں دنیا انگلیوں کی پوروں پر سمٹ آئی ہے، شاعری محض تخیلات کی ہوائی قلعہ سازی سے زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ ہی گھسے پٹے روایتی مضامین اسے جلا دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن صابر ظفر کا یہ مجموعہ ان کی دیگر کتابوں کی طرح جدت ادا اور گرد و پیش کے مسائل کے پر اثر بیان کا خوب صورت اور سہل نمونہ ہے۔

یہ جو معطلی ہے ملال کی ہے یہ ہجو امر ہے حال کی
بہر سے ہونٹ کی دبے وقت نے یہ سزا ملی ہے سوال کی

تیسری دنیا میں استحصال ذات کے رد عمل سے مجاہدہ کو و شعور اپنے اندر روحی گیسٹ گہرائی کی تصویر ہے۔ صابر ظفر کی شاعری ایسے بہت سے مضامین کو اپنے مخصوص اسلوب سے پڑھنے والے کی روح میں اتارنے کا ہنر جانتی ہے۔ وہ کہیں کہیں ناگفتنی کی تجرداری کو اپنے بیان کی سادگی سے جو حسن بخشتے ہیں وہ انھیں اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔

خوشبو اداس تھی کہ جو پھیلی ہوئی نہ تھی
لہرا نہیں رہا تھا جو آنچل اداس تھا

اس طرح کے اور بہت سے اشعار اس شعری مجموعے میں مل جائیں گے جو قاری کو ناگفتنی سے گفتنی کا سفر بین السطور طے کراتے ہیں لیکن اس کے پڑھنے والے کو شاعر کے ساتھ ماضی میں ٹھہر کے دیکھنا پڑتا ہے کہ ہر گزرنے والا لمحہ پل بھر میں ماضی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس میں موجود تخلیق شاعر کے لیے نئے نئے مضامین کی نوید فراہم کرتا ہے۔ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ مجموعہ کلام بھی صابر ظفر کی گذشتہ کتابوں کی طرح قبول عام حاصل کرے گا۔ ●●

بقیہ: کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کی سہ روزہ ریاستی کانفرنس

(صفحہ 4 سے آگے)

ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ جلوہ افروز ہوئے۔ اس پروگرام کا افتتاح جناب کے۔ شوکت علی ماسٹر نے کیا۔ جناب کے پی مرتیش نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ این بشیر صاحب نے سال کا مجوزہ اور اجمالی حساب و کتاب پیش کیا۔ بعد میں ہونے والے انتخاب میں ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ کو صدر، سلام ملیپا کو جنرل سکریٹری اور ٹی اے رشید کو بطور خازن منتخب کیا گیا۔ ریٹرننگ آفیسر کی حیثیت سے جناب ٹی محمد اور کے شوکت علی صاحب موجود تھے۔

اگلے دن یعنی دوسری صبح دس بجے جلسہ عام اور کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کی ریاستی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس جلسے میں دور دراز سے آئے ہوئے اردو اساتذہ اور مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے جناب پی۔ عبدالمجید صاحب کا لکھا ہوا استقبالیہ گیت کونڈوٹی کے تعلیمی کمیٹی کے صدر اور اردو اساتذہ پر مشتمل ٹیم نے پیش کیا۔ کے یو ٹی اے کے جنرل سکریٹری جناب کے۔ پی مرتیش کے استقبالیہ کلمات کے بعد ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ (صدر کے یو ٹی اے) نے صدارتی خطبہ پیش کیا۔ کانفرنس کا افتتاح ڈاکٹر ایم پی عبدالصمد صمدانی (رکن لوک سبھا) نے کیا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ لسانی تعصب جمہوریت اور انسانیت کی دشمن ہے۔ اردو ہندوستانی زبانوں میں سب سے اہم زبان ہے۔ یہ صرف ہماری بلکہ پورے ہندوستان کی ملی جلی ثقافت اور سماجی ہم آہنگی کی زبان ہے۔ صمدانی صاحب کی افتتاحی تقریر کے بعد اس کانفرنس میں بطور خاص تشریف فرما معروف شاعر عزیز الدین عزیز بلگامی مہمان خصوصی تھے۔ وہ کیرالا پر 52 اشعار پر مشتمل طویل نظم لکھ کر لائے تھے جس کے انداز پیش کش نے پورے ماحول کو مسحور کن بنا دیا۔ صمدانی صاحب نے عزیز بلگامی کی خدمت میں کیرالا کا تحفہ پیش کیا۔

افتتاحی جلسے میں بطور مہمان پی عبداللہ صاحب (ایم ایل اے) بھی شریک تھے، ساتھ میں عبدالحمید (ایم ایل اے) نے بھی محفل کو رونق بخشی۔ اس جلسے میں استقبالیہ نظم لکھنے والے عبدالمجید کو اور کے یو ٹی اے جشن طلائی کی علامت تیار کرنے والے کو ڈاکٹر عبدالصمد صمدانی نے بطور تحفہ مومنٹو سے سرفراز کیا۔ کیرالا میں اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر سال ذکیہ حسین ایوارڈ اور ایس ایم سرور ایوارڈ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ امسال ایس ایم سرور ایوارڈ کے لیے کے یو ٹی اے کے سابق سکریٹری محمد عبدالرحمن کی اور ذکیہ حسین ایوارڈ کے لیے حمید کے پی ولاپرم کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ کانفرنس کے افتتاحی جلسے میں جناب مجاہد کروٹی (ایم ایل اے) نے دونوں معزز شخصیات کو اپنے دست مبارک سے ایوارڈ پیش کیے۔

اس اجلاس میں پی محی الدین کٹی، وی محمد، کے پی اوریا، یحییٰ حسن، پی کے ابوبکر حاجی، حسین ماسٹر نے تہنیتی کلمات ادا کیے۔ این بشیر کے اظہار تشکر کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد ثقافتی و تہذیبی جلسے میں پی وی کے ریاض کے استقبالیہ خطبے کے بعد ٹی اے کریم پی عبدالحمید (ایم ایل اے) نے اس سیشن کا افتتاحی خطبہ دیا۔ اس اجلاس میں مہمان خصوصی عزیز بلگامی کی تقریر کے بعد سنیل کمار، ایم سینی، محی الدین کٹی، عبدالحمید کاراشیری، ٹی عزیز نے تہنیتی خطبہ پیش کیا۔ پی کے شمیر نے اظہار تشکر کیا۔ ظہرانے کے بعد تعلیمی اجلاس اور الوداعی تقریب منعقد کی گئی جس کا افتتاح عالی جناب وی عبدالرحمن (کیرالا کے وزیر برائے کھیل اور وقف) نے کیا۔ وی عبدالرحمن صاحب نے انتہائی جامع اور بصیرت افروز خطبہ پیش کرتے ہوئے شرکا کو فیضیاب ہونے کا موقع فراہم کیا۔ آپ کا موقف تھا کہ اردو ہندوستان کی ایک اہم زبان ہے۔ یہ انسانیت اور رواداری کو اجاگر کرتی ہے۔ وزیر موصوف نے یہ بھی کہا کہ اردو موسیقی اور نغمے کی مقبول ترین زبان ہے۔ اس زبان سے ناواقف لوگ بھی اردو غزل سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کو چاہیے کہ قومی سطح پر اردو کا پروگرام منعقد کرے۔ سرکاری جانب سے اس کے لیے جو کچھ مدد کی ضرورت ہوگی وہ ضرور کریں گے۔

کے یو ٹی اے سے ریاستی کمیٹی کے وہ ارکان جو اپنی ریاستی کمیٹی سے سبکدوش ہو رہے ہیں یعنی بشیر صاحب اور ٹی عزیز صاحب دونوں کو وداع دی۔ عبدالرحمن صاحب نے الوداعیہ مومنٹو پیش کیا۔ اردو اکیڈمک آفیسر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہونے والے کے سنیل کمار کو بھی مومنٹو پیش کیا گیا۔ مشرف عالم ذوقی قومی ایوارڈ حاصل کرنے والے ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ کو سراہتے ہوئے وزیر وی عبدالرحمن نے اعزاز سے سرفراز کیا۔ اس جلسے میں عثمان تامرچیری نے اردو جدید کے اساتذہ کے موضوع پر تقریر کی۔ جلسے میں استقبالیہ خطبہ سلام ملیپا اور صدارتی خطبہ ٹی اے عبدالرشید نے دیا۔ پی محمد کٹی، فیصل مالقدت، پی شہاب الدین اور مجیب منار نے تہنیتی کلمات ادا کیے۔ ایم پی ستار نے اظہار تشکر کیا۔

تیسرے دن یو کے ناصر صاحب کے استقبالیہ کلمات سے تقریب کا آغاز ہوا۔ جلسے میں مجیب منار صدارت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس تقریب کا باضابطہ افتتاح صدر کے یو ٹی اے ڈاکٹر کے پی شمس الدین ترورکاڈ نے کیا۔ جنرل سکریٹری کے پی مرتیش نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ سلام ملیپا نے اظہار تشکر کیا اور اس کے ساتھ ہی سہ روزہ کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

بقیہ: منشی نول کشور کا سنگ میل 'اودھ اخبار'

(صفحہ 8 سے آگے)

ان کی تمام تر دلچسپیاں تعلیم کی اشاعت اور معاشرے کی اصلاح نیز ہندوستانیوں کے بنیادی حقوق کی بازیابی پر مرکوز رہیں۔ حکومت سے ٹکراو کی پالیسی سے اجتناب کرکے ہی وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ اس اخبار کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ اس نے صحافت کو جس راہ اعتدال سے متعارف کرایا، جن صحافیوں، ادیبوں اور شاعروں کی تربیت کی، وہ طویل عرصے تک پورے معاشرے کی رہنمائی کا اہم کام انجام دیتے رہے۔

عارف عزیز
20- گوئی بخش بھوجپورہ روڈ، تکیہ، بھوپال-462001
E-mail:arifazizbpl@rediffmail.com
Mob. No. 9425673760

بقیہ: عالمی کتاب میلے میں قومی اردو کونسل...

(بقیہ صفحہ 5 سے آگے)

فلموں کو خوب صورتی و مقبولیت عطا کرنے میں بھی اس کا اہم رول رہا ہے۔ آج گرچہ زبان کے استعمال میں لوگوں کا نظریہ تبدیل ہو رہا ہے مگر پھر بھی عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ اگر تہذیب اور سلیقہ مندی سیکھنی ہے تو اردو سیکھنی چاہیے۔ ہندی اور اردو کے روابط و اثرات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ دونوں زبانیں سب سے زیادہ ایک دوسرے سے قریب ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے۔ انھوں نے زبانوں میں مشکل پسندی اور ضرورت سے زیادہ شدھی کرن کا نقصان واضح کیا اور کہا کہ ہمیں اپنی تخلیقات میں ایسی زبان استعمال کرنی چاہیے جو آسانی سے سمجھی جا سکے، تاکہ ہم اپنا پیغام وسیع پیمانے پر لوگوں تک پہنچا سکیں۔ اس موقعے پر کونسل کے اسٹال کے علاوہ وہاں بڑی تعداد میں شائقین زبان و ادب موجود تھے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

کلیات خطبات شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد اردو غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
[illegible] (مشفق خواجہ)	محمد ساجد	500/-
نور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
کہانی کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و تدوین	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
علم عروض و قافیہ	[illegible]	200/-
عہد وسطی کی ہندوستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	افتخار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا مداوا)	سید ضیا حیدر	600/-
نثریات حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر بلال فرید	300/-
[illegible]	ڈاکٹر بلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محراب تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوبات مولوی عبدالحق بنام مشاہیر	سید حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیات زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخن افتخار (کلیات افتخار عارف)	افتخار عارف	3500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	[illegible]	400/-
[illegible]	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
واقعات بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem	(مرتبہ) بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	[illegible]	600/-
اردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخاب غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
انا کی سرنگ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلیات مصطفی زیدی	سرور الہدیٰ	500/-
[illegible] اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغان علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعہ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
[illegible]	[illegible]	250/-
سرمایہ کلام	حبیب الرحمان	500/-
مٹی کا قرض	ڈاکٹر نریش	300/-
رباعیات مسعود	حکیم سید ظل الرحمان	350/-
[illegible] میں اردو کے نادر [illegible]	معین الدین عقیل	300/-
کراچی میں اردو غزل اور نظم	پروفیسر شاہد کمال	300/-
متنی تحقیق	سرور الہدیٰ	300/-
[illegible]	ڈاکٹر نریش	200/-
[illegible] شاعر	وقار صدیقی	180/-
میر تقی میر: حیات اور شاعری	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	500/-
کرشن چندر: فکر و فن	[illegible]	300/-

منشی نول کشور کا سنگِ میل 'اودھ اخبار'

عارف عزیز

اردو صحافت کی تاریخ میں منشی نول کشور کا 'اودھ اخبار' ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اخبار کو شروع کرنے سے پہلے منشی جی نے سفیر آگرہ، خود آگرہ اور لاہور کے مشہور اخبار 'کوہِ نور' میں کام کرکے صحافت کے رموز و نکات کی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد لکھنؤ میں اپنا مطبع قائم کیا اور 1858 میں اردو کا عہد آفریں اخبار 'اودھ اخبار' جاری کرکے زبان و ادب اور ملکی تہذیب و اقدار کے فروغ میں سرگرم عمل ہو گئے۔ یہ اخبار اپنے عہد کا معیاری اخبار تھا، جو ہندوستان کے علاوہ انگلستان، فرانس اور دوسرے مغربی ممالک میں شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ اس کے قارئین میں اردو کے فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی جیسے مشاہیر شامل تھے، جو اخبار کے بارے میں اپنے تاثرات بھی لکھتے رہے۔ 'اودھ اخبار' کے ذریعے نول کشور نے صحافت کے جملہ اصولوں پر ہر ممکن طریقے سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ اس اخبار میں وہ تمام خوبیاں جمع ہوگئی تھیں جو اس زمانے کے ترقی یافتہ انگریزی اخبارات کا طرۂ امتیاز تھا۔ یہاں تک کہ اس کے معیار کو اس زمانے کا کوئی دوسرا ہندوستانی زبان کا اخبار چھو نہ سکا۔ منشی نول کشور نے اخبار کو معیاری بنانے کے لیے اپنے زمانے کے ممتاز ادیبوں اور عالموں کی خدمات حاصل کیں اور بہت سے ناتجربہ کار نوجوانوں کو تربیت دے کر صحافت کے میدان میں اتارا۔ وہ بڑے مردم شناس انسان تھے، ان کی توجہ سے کتنے ہی گمنام اہلِ قلم اردو زبان و ادب کے میدان میں سرگرمِ عمل ہوئے۔ ابتدا میں 'اودھ اخبار' کی ادارت کے فرائض منشی جی خود انجام دیتے تھے لیکن جب ان کے پریس میں کتابوں کی اشاعت کا کاروبار بڑھ گیا تو انہیں معاون کی ضرورت محسوس ہوئی اور یکے بعد دیگرے کئی قابل صحافی

انھیں ملتے گئے، جن میں مولوی ہادی علی اشک، روشن علی روشن، نظام محمد تپش، امجد علی اشہری، شوکت میرٹھی، مرزا حیرت علی دہلوی، امیر اللہ تسلیم، تسنیم دہلوی (استاد حسرت موہانی)، قدر بلگرامی، مطرب رام شایاں، رتن ناتھ سرشار، مولانا عبدالحلیم شرر اور نوبت رائے نظر جیسے معروف اہلِ قلم شامل تھے۔ ایسے مدیروں اور معاونوں کی تعداد تیس سے زیادہ ہے، جو ان کی زندگی میں اخبار کی ادارت کے مختلف کام کرتے رہے۔ یہ سب اپنے کام کے ماہر تھے، جنھوں نے منشی جی کی نگرانی میں علمی و صحافتی خدمات انجام دے کر شہرت حاصل کی۔ آخری زمانے میں سید جالب دہلوی، منشی پرساد محمد حسین عسکری، پنڈت برج نرائن چکبست، پیارے لال شاکر میرٹھی، عبدالباری آسی اور شوکت تھانوی وغیرہ نے بھی اخبار میں کام کیا۔ خبروں کی اشاعت میں جو وقار کا امتیاز ہوا کرتا ہے 'اودھ اخبار' کی اپنے معاصرین پر سبقت رہی۔ چار صفحات سے ترقی کرکے یہ سولہ پھر 48 صفحات پر نکلنے لگا۔ گارساں دتاسی کے بقول "اس سے زیادہ ضخیم اخبار ہندوستان میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔" دنیا بھر کی خبروں کے ساتھ 'اودھ اخبار' میں سرکاری قوانین اور اعلانات کے ترجمے عوام کی آگاہی کے لیے شائع ہوتے۔ عدالت اور میونسپل کی کارروائیاں، ریلوے، جوم محل کے بارے میں تازہ بہ تازہ معلومات فراہم کی جاتیں اور بعض دوسری اطلاعات وغیرہ گزٹ کی رسم کہ میں بھی شائع ہوتیں۔ اخبار میں انجمنوں، مشاعروں، جلسوں اور ثقافتی تقریبات کی رپورٹیں زینت بنتیں، اکثر و بیشتر نئے پرانے شعرا کا کلام چھپتا، غالب، سر سید، انیس، دبیر، شفتہ، رتن ناتھ، محسن الملک جیسے مشاہیر شاعروں و ادیبوں کے بارے میں مفید معلومات دی جاتیں۔

اپنے اخبار کو گوناگوں معلومات سے آراستہ کرنے میں منشی نول کشور کی دلچسپی جنون کی حد تک تھی، وہ گزٹ آف انڈیا، انڈین ڈیلی نیوز، فرینڈ آف انڈیا اور پائنیر جیسے انگریزی اخباروں کی اہم خبروں اور مضامین کے ترجمے شائع کرانے کا اہتمام کرتے۔ خود انھوں نے انگریزی میں ایک ہفت روزہ 'لکھنؤ ٹائمس' نکالا، جس کے ایڈیٹر ایک قابل انگریز تھے۔ 'اودھ اخبار' ابتدا میں ہفت روزہ، پھر ہفت روزہ، بعد میں ہفتے میں دوبار شائع ہونے لگا۔ اس کے بعد روزنامہ ہوگیا۔ یہ اردو کا پہلا اخبار تھا جو مضامین لکھنے والوں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ ادا کرتا تھا۔ اس کے نمائندے انگلستان اور دوسرے یوروپی ممالک میں تعینات تھے، جن کے نام مع پوشیدہ رکھے جاتے اور خبریں بذریعہ ڈاک آتی تھیں۔ دنیا اور ملک کے اہم ترین واقعات، حادثات اور سرگرمیوں کی خبریں سب سے پہلے اسی اخبار کے ذریعے عوام و خواص تک پہنچتیں۔ مرزا غالب اور سر سید جیسی بڑی شخصیتیں اس کے پڑھنے والوں میں شامل تھیں۔ بظاہر 'اودھ اخبار' حکومت مخالف نہ تھا بلکہ حکومت اور سرکاری افسروں کے کاموں کا مداح تھا لیکن کسی حد تک غیر جانبداری کی پالیسی پر گامزن تھا، جہاں حکومت اور سرکاری عملہ کی کارگزاری کی تعریف کرتا، وہیں عوامی مسائل پر حکومت کی تنقید سے بھی باز نہ آتا۔ اس کی یہی غیر جانبداری عوام و خواص میں اس کی مقبولیت کا باعث تھی۔ انگریز حکمرانوں سے بہتر روابط اور اثر و رسوخ کے باوجود منشی نول کشور کو جہاں کہیں ہندوستانیوں پر ظلم و زیادتی نظر آتی تو وہ اخبار میں اس پر احتجاج ضرور درج کراتے، ہندی اور اردو کے قضیے کو ابھارا گیا تو 'اودھ اخبار' نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، صحافت کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر اردو اور ہندی دونوں کی حمایت میں مضامین ضرور شائع کیے تاہم زبان اردو کے پلڑے میں ڈالا۔ فروری 1868 کی ایک اشاعت میں صاف طور پر لکھ دیا گیا "اردو زبان، جس کی لوگ مخالفت کرتے ہیں، یہ اصل مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول سے بالکل اسی طرح وجود میں آئی ہے جیسے انگلستان میں فرانسیسی کے اختلاط سے انگریزی نے جنم لیا تھا۔ اردو میں دوسری زبانوں کے وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جو کھپ جائیں۔ یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ اردو کے عوض جو تمام شیریں اور شستہ زبان ہے اور جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے، اس کی جگہ ہندی کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔"

'اودھ اخبار' ہندو مسلم اتحاد کا زبردست نقیب اور سماجی خدمات کا مؤثر ترجمان تھا، اس کے صفحات کی ورق گردانی سے ایسے مضامین، تبصرے اور خبریں بڑی تعداد میں مل جاتی ہیں، جن سے سماج سدھار، اصلاحِ رسوم اور علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کی ہمنوائی ہوتی ہے، وہ سر سید کی تحریک کا پُرزور حامی تھا، اس تحریک کے بارے میں سر سید کے مضامین بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ اس زمانے کے ممتاز علما، ادیب اور شاعر اپنے مضامین اور کلام کی اشاعت کے لیے 'اودھ اخبار' کو ترجیح دیتے تھے۔ اخبار قومی یکجہتی اور اتفاق و اتحاد کا حامی تھا، عوام اور حکومت کے درمیان ربط و اشتراک قائم کرنا، اشاعتِ تعلیم و تربیت پر زور دینا، مشرقی تہذیب و اخلاق کو اجاگر کرنا اس اخبار کا نصب العین تھا۔ اردو زبان و ادب کا نثری شاہکار 'فسانۂ آزاد' 'اودھ اخبار' کی ہی دین ہے، جو چودہ برس تک مسلسل شائع ہوتا رہا اور اس کے لکھنے والے رتن ناتھ سرشار کو شہرت و مقبولیت اسی اخبار سے حاصل ہوئی۔ معروف انگریز دانشور کرنل بالرائڈ کا تجزیہ ہے کہ 'اودھ اخبار' خالص غیر فرقہ وارانہ اخبار ہے، ظاہری ٹیپ ٹاپ سے لے کر مضامین اور خبروں تک اسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ مسلمانوں کا اخبار ہے، لیکن اس کا کوئی سیاسی مسلک نہیں، ہمیشہ دامن بچا کر چلتا ہے۔ اخبار میں بڑے بڑے ادیب، شاعر اور انشا پرداز کام کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ سوسائٹی کے اعلیٰ طبقے تک اس کی رسائی تھی، اس کے خریداروں میں اراکینِ حکومت، ریاستوں کے حکمراں اور ممتاز دانشور شامل تھے، جو حسبِ موقع اخبار کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔

'اودھ اخبار' منشی نول کشور کا تاریخ ساز کارنامہ ہے، جو ان کی زندگی میں 32 سال اور ان کے انتقال کے بعد 1950 تک کوئی 91 برس یعنی ایک صدی میں 9 برس کم مسلسل شائع ہوتا رہا۔ 1857 کے بعد رونما ہونے والے حالات میں کسی اردو اخبار کا کامیابی کے ساتھ جاری رکھنا ایک بڑا چیلنج تھا۔ منشی نول کشور نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ سماجی و ثقافتی موضوعات کے علاوہ ادبی مضامین کی اشاعت کا اہتمام کرکے انھوں نے زبان و ادب کی بھی بڑی خدمت انجام دی اور آخر تک حکومت اور عوام کے درمیان رابطے کا کام انجام دیتے رہے۔

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریک مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، روڈگران، لال کنواں، دہلی-۶
مالکہ : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ پانچ روپے، سالانہ 200 روپے
بیرونی ممالک : آٹھ امریکی ڈالر
Subscription: (Per issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by *Abdul Bari* on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006. Editor: *Dr Ather Farouqui*